جے پور کے اولیاء

حصہ سوم

مصنّف

شاہد احمد

ناشر

ایجنسی ہمدرد دواخانہ،۳۱۲،رام گنج بازار، جے پور

فون:2607012

﴿جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ﴾

نام کتاب	:	جے پور کے اولیاء حصہ سوم
نام مصنف	:	شاہد احمد
سن اشاعت	:	2011ء
تعداد اشاعت	:	500
اشاعت	:	بارِ اوّل
قیمت	:	30روپئے
ضخامت	:	32صفحات
سائز	:	20x30=16
طباعت	:	گلوبل کمپیوٹرس اینڈ پرنٹرس،رام گنج بازار، جے پور فون:-9460866130 ,(0141)3215359
ناشر	:	ہمدرد دواخانہ۳۱۲،رام گنج بازار، جے پور

ملنے کا پتہ

ایجنسی **ہمدرد دواخانہ**۳۱۲،رام گنج بازار، جے پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام حمد وشکر اُس خداوندِ وحدہٗ لاشریک کے لیے ہے جس نے دل کی زمین کو بارشِ فضل وکرم سے زندہ کیا اور اُس سے رُشد و ہدایت کا سلسلہ فرمایا۔اُس میں حکمت کے چشموں کو رواں کیا اور بروزِ قیامت ہم گناہ گاروں،سیہ کاروں پر اپنی رحمت اور کرم کی بارش کریگا۔

لاکھوں درود وسلام حضور نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو اللہ کے حبیب اور اُس کے پیغمبر ہیں اور ان کی اولاد پر،اُن کے اصحاب پر اور امہات المؤمنین پر۔اور وہ ہمارے آقا ہیں،ہم سب اُن کے غلام ہیں، انہی کے طفیل اور صدقے میں دُنیا میں اولیاء اللہ آئے اور مخلوق خدا کو اپنے لطف وکرم سے مالا مال کیا اور وارث انبیاء کہلائے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص اللہ اور اُس کے مقرب بندوں کے ساتھ اچھا گمان نہ رکھے اور اُن کے سامنے تواضع نہ کرے اُس کو فلاح نصیب نہ ہوگی۔اے شخص تو اُن کے سامنے تواضع کیوں نہیں کرتا۔حالانکہ وہ سردار اور امیر ہیں۔اُن کے مقابلے میں تیری کیا حیثیت ہے۔اللہ نے انتظام ملکی اُن کے حوالے کیا ہے۔ان

کی ہی بدولت آسمان سے پانی برستا ہے اور زمین پر سبزہ اُگتا ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے!اے شخص اگر تُو مردانِ خدا کے اخلاق سے حصّہ پانے والا نہیں تو ایک مرتبہ بزرگوں کی عادتوں کا دل لگا کر مطالعہ کر۔چونکہ صالحین کے ذکر کے وقت رحمت کا اُترنا ثابت ہے۔لہذا تو ہر وقت دین کے جواں مردوں کا ذکر کثرت سے کر۔اُن کے اخلاق کی پاکی پر آنسو بہا۔اور کہہ!یا اللہ میں گناہ گار ہوتے ہوئے اللہ والوں سے صفائی رکھتا ہوں تو اس صفائی کو مجھ گناہ گار کی بخشش کا سہارہ بنادے اور ان لوگوں کی درگاہ میں جنہیں نہ کوئی ڈر ہے نہ کوئی غم،اس غلام کو دوزخ سے آزاد کردے۔اور اگر میری اس دعا میں فریب ہے تو تُو وہی کر جو موسیٰ سے نافرمانی کرنے والوں کے ساتھ کیا۔

صحابہ کرام آفتابِ نبوت کے پرورش یافتہ ہیں،اولیاء صحبت یافتہ صحابہٴ کرام ہیں،مثلاً خواجہ حسن بصری،امام اعظم وغیرہ۔

حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ ایک ساعت اولیاء اللہ کی صحبت سو برس کی عبادت خالص سے بہتر ہے۔ٹھوکریں کھانے والا پتھر ان کی صحبت سے گوہر بن جاتا ہے۔کیونکہ در پردہ حضور کریم ﷺ کا فیض مبارک ان پر ہر وقت رہتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ مجھ کو رسول اکرم ﷺ سے دو علم پہنچے ہیں،ایک تو یہ وعلم جو میں تمہیں دے رہا ہوں،دوسرا وہ علم ہے کہ اگر ظاہر کردوں تو مخلوق میری گردن کاٹ ڈالے۔

اس حدیث سے دوعلم کا ہونا ثابت ہے ایک ظاہری اور ایک باطنی ۔وہی باطنی علم صحابہ کرام سے تمام اولیاء کرام کے سینوں میں منتقل ہوتا آرہا ہے۔

صحابہ کرام کے رُتبہ اور مناقب بیان کرنے والا میں کون ہوتا ہوں ۔ میں تو فقط نام لیوا ہوں ۔صحابہ کرام کی فضیلت سے ہزار ہا کتابیں بھری ہوئی ہیں ۔ میری کیا مجال اور میری کیا اوقات کہ اُن کے بارے میں کچھ لکھوں ۔ آقا علیہ السلام کے غلاموں کا تو یہ حال تھا کہ خود آقا جنت میں اپنے سے آگے آگے حضرت بلال کے قدموں کی آہٹ سنا کرتے تھے ۔حضرت بلال کے نعلین ساری دنیا کے بادشاہوں کے تاج سے بھی افضل ترین نعمت ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ نبی کریم نے فرمایا کہ اللہ جب کسی کو اپنا دوست بناتا ہے تو جبرئیل سے فرماتا ہے کہ فلانے کو ہم نے اپنا دوست بنالیا ہے ۔تم بھی اُسے اپنا دوست بنالو۔پس جبرئیل علیہ السلام بھی اُسے اپنا دوست بنالیتے ہیں اور آسمان کے فرشتوں میں اعلان کردیتے ہیں کہ فلاں شخص اللہ کا دوست ہے تم بھی اُسے پیار کرو۔پس سارے فرشتے اُس کو اپنا دوست بنالیتے ہیں ۔ پھر زمین کے لوگ بھی اُس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں ۔

شرح بخاری سے حضرت کرمانیؒ اپنی کتاب ’’مجمع البحارالانوار‘‘ میں لکھتے ہیں کہ اللہ کے دوستوں کی محبت بندوں کے دلوں میں ہونا بھی اللہ کی محبت کی

نشانی ہے۔

بزرگانِ دین کے مراتب اور فضیلت کے بارے میں صرف یہ چندسطریں بطور نمونہ لکھی ہیں ۔اب بھی اگر کوئی ان کی بزرگی سے انکار کرے تو اُس کا اللہ ہی محافظ ہے ۔

میں کوئی مذہبی شخص یا عالم نہیں ہوں لیکن پچھلے کچھ عرصہ سے میں دیکھ رہا ہوں کہ جگہ جگہ مسجدوں میں بے پڑھے لکھے ناسخ ومنسوخ کے علم سے ناواقف لوگ وعظ کرتے ہیں اور صحابہ کرام اور بزرگا نے دین کو نہایت کم تر سمجھتے ہیں ،اس کا تجربہ مجھے کئی مرتبہ ہوا۔ابھی دو مہینے پہلے ایک صاحب جمعہ کے روز مسجد میں کھڑے ہوکر بنا سمجھے بوجھے کہنے لگے کہ صحابہ کرام کیا تھے ۔ ہمارے ہی جیسے تو تھے جو کام ہم کررہے ہیں وہی کام وہ بھی کرتے تھے ۔

جمعہ کا احترام اور مسجد کا ادب اُس وقت میرے آڑے آیا۔دوسرے دن میں نے انہیں مسجد کے باہر پکڑا اوران سے دریافت کیا تو انھوں نے یہی کہا کہ ہاں کل جو میں نے کہا تھا وہ صحیح تھا۔ میں نے لاکھ اُن کو قائل کرنے کی کوشش کی کہ تم صحابہ کرام جیسے یا صحابہ کرام تمہارے جیسے کیسے ہوگئے ۔لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئے ۔آخر میں نے ان کو وارنگ دیکر کہا کہ آئندہ اگر ایسی لغوبات تم نے مسجد میں نکالی تو میں جھگڑا کر بیٹھونگا۔

آپ اندازہ لگایئے کہ کیا اس طرح کی باتیں مسجد میں یا عام جلسوں میں کہنا درست ہے؟ اور کیا یہ عقیدہ بھی درست ہے یا نہیں ۔

بہر حال ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو دل میں نبی کریم ﷺ کی ،صحابہ کرام کی اور اولیاء اللہ کی محبت پیدا کرے اور دل سے ہم ان کی بزرگی کی قدر کریں۔

حضور نبی کریم نے فرمایا مومن فقیر (ولی) کی حرمت اللہ کے نزدیک سات آسمان و زمین ،فرشتوں ،سمندروں ،جزیروں اور پہاڑوں اور جو کچھ ان میں ہے۔ان سب سے بزرگ تر اور اعظم تر ہے۔

اور درویش پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

یہ لوگ جنت کے بادشاہ ہیں۔(انیس الواعظین)

حضرات! آپ اندازہ کیجئے کہ جب اُمّت محمدی کے ولیوں کی اتنی بڑی شان ہے تو صحابہ کرام کے کیا مراتب ہونگے؟ یہ غور کرنے کا مقام ہے۔

جے پور کے اولیاء کے سلسلے کی تیسری کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے،دعا کیجیے یہ سلسلہ چلتا رہے،اس سے پہلے کے دونوں حصّے خدا کے فضل و کرم سے آپ حضرات کو بہت پسند آئے اور میرے پاس اس کام کو جاری رکھنے کے لئے لوگوں کا اصرار بڑھتا جا رہا ہے۔خدا مجھے اس کام میں کامیاب کرے۔

اگر قارئین حضرات کو کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو بلا تکلف مجھے مطلع فرمائیں۔احسان مند رہوں گا۔

مشہور تصنیف سفینۃ الاولیاء میں حضرت شیخ سراج الدین محمد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم نے فرمایا کہ اگر روز قیامت بندہ

نا امید ہو جائے اور نیک کاموں میں سے اس کے پاس کچھ نہ بچے تو اللہ اس سے پوچھے گا کہ کیا تو فلاں فقیر کو فلاں عابد کو جو فلاں محلّہ میں رہتا تھا۔ پہچانتا تھا۔وہ عرض کریگا کہ ہاں میں جانتا تھا۔پس حکم ہوگا کہ جا ہم نے تجھے بخش دیا۔

یعنی جس وقت حسنِ عقیدت سے کسی کو پہچانا تو ایک نسبت قائم ہوگئی اور وہی نسبت نجات کا سبب بن گئی۔اس لئے خدا کے دوستوں سے محبت کرنا اور ان کی سی خصلتیں اپنے اندر پیدا کرنا مسلمان کو لازم ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ خوب اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے۔کہ یہ باتیں اُسی کے لئے کارآمد ہیں جو حقیقت میں مسلمان ہیں۔کیونکہ اسلام صرف اسی کا نام نہیں کہ کلمہ پڑھ لیا اور جنت میں چلا گیا۔ایسا ہرگز نہیں ہے۔شیطان بھی اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہے۔تو کیا وہ بھی جنت میں جائے گا۔ہرگز نہیں۔

کلمہ پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ کلمہ گو لوگوں کا سا چال چلن اور ان کی سی خوبی پیدا کرے۔نماز،روزہ،زکاۃ وغیرہ اپنے وقت پر ادا کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے ہر وقت گمان اچھا رکھے۔

میر شہباز علی شاہ صاحب جمالیؒ

سب سے پہلے میں سلسلہ جمالیہ کے بارے میں عرض کرنا چاہوں گا۔ یہ سلسلہ حضرت مولانا قطب الدین شیخ جمال الدین احمد ہانسوی سے شروع ہوتا ہے۔آپ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی اولاد ہیں۔آپ کے والد ہانسی کے قاضی القضات اور خطیب تھے۔والد گرامی کی حیات میں ہی خطبہ فرمانا شروع کر دیا تھا۔والد کے انتقال کے بعد جب آپ سرکاری طور پر خطیب و قاضی مقرر ہوئے تو آپ نے وہ تمام جاگیر اور گاؤں واپس کر دیئے جو مدد معاش کے لئے مقرر تھے کسی دینی خدمات کے لیے معاوضہ لینا آپ کو قطعی پسند نہ تھا۔اسی عرصہ میں آپ کو علم باطن کا شوق ہوا تو سب کچھ چھوڑ کر تلاش مرشد میں نکل کھڑے ہوئے۔ یہ زمانہ حضرت بابا فرید گنج شکر کا تھا۔ بابا فرید کو منجانب اللہ حکم ہوا کہ ہمارے خاص بندے جمال الدین کی تربیت کرو۔اس طرح بابا فرید ہانسی پہنچے اور آپ سے ملاقات کر کے آپ کی تعلیم اور تلقین شروع کی۔صرف اسی کام کے لئے بابا فرید نے مکمل بارہ سال ہانسی میں گزارے۔

بابا صاحب کی نگرانی میں آپ کمال مرتبہ تک پہونچ گئے۔ یہاں تک کہ ایک بار حضرت خواجہ بہاؤ الدین ذکریہ ملتانی نے حضرت بابا فرید کو

لکھا کہ آپ میرے تمام خلفاء لے لیجیے اور مجھے جمال الدین دید یجئے۔ حضرت بابا فرید کو شیخ جمال الدین سے اس قدر محبت تھی کہ جب کبھی کسی کو خلافت عطا فرماتے تو اُسے شیخ جمال الدین کے پاس روانہ کرتے اور کہتے کہ اگر اُسے منظور ہے تو ہمیں بھی منظور ہے۔ ورنہ نہیں۔جس کا خلافت نامہ شیخ جمال الدین منظور کر لیتے اس کو خلافت مل جاتی اور جس کو رد کر دیتے اُسے نہ ملتی۔

حضرت شیخ جمال الدین عمر میں بابا فرید سے بڑے تھے۔اور بابا صاحب کی حیات میں ہی ان کا انتقال ہوگیا تھا۔اسی وجہ سے بابا فرید نے حضرت صوفی برہان الدین کو اپنا خلفیہ اور شیخ جمال الدین کا جانشین بنادیا۔ کچھ عرصہ بعد بابا فرید کا وصال ہوگیا۔تو آپ ان کے خلیفہ حضرت نظام الدین اولیاء کے پاس تشریف لے گئے۔

صوفی صاحب کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے آخر محبوب الہیٰ نے ایک روز خود ہی فرمایا کہ برادر تم کسی کو بیعت کیوں نہیں کرتے۔ جب کہ ہم اور تم ایک ہی شیخ کے خلیفہ مجاز ہیں۔صوفی صاحب نے عرض کیا کہ آپ کے ہوتے ہوئے میری کیا مجال ہے جو میں کسی کو بیعت کروں۔

بہر حال سلسلہ جمالیہ حضرت شیخ جمال الدین صاحب سے شروع ہو کر صوفی برہان الدین، حضرت قطب الدین منوّر حضرت نور الدین انوّر، حضرت شاہ برہان الدین جمالی، حضرت بہاؤ الدین جمالی، حضرت بایزید عرف شاہ ادھن، حضرت سراج الدین جمالی، حضرت شاہ علی شیر جمالی،

حضرت شاہ عبدالشکور جمالی، حضرت شاہ برہان الدین جمالی، حضرت شاہ عطاء اللہ جمالی، حضرت شاہ محمد اویس جمالی، حضرت شاہ رمضان جمالی، حضرت شاہ مخدوم احمد عرف دھومن شاہ جمالی، حضرت شاہ محمد حبیب الرحمٰن جمالی، حضرت شاہ خلیل الرحمٰن جمالی، حضرت شاہ ولی الرحمٰن جمالی سے ہوتا ہوا حضرت میر شہباز علی شاہ جمالی جے پور تک آتا ہے۔

جے پور میں آپ کی درگاہ شریف چاند پول باہر جھوٹواڑہ روڈ پرلب سڑک واقع ہے۔ یہاں اسی سلسلے کے دیگر حضرات بھی مدفون ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) حضرت ابو البرہان مولانا سلطان الدین احمد مبینؔ جمالی۔ جو حضرت شاہ محمد خلیل الرحمٰن کے خلیفہ ہیں۔

(۲) حضرت سید فیاض الحسن صاحب جمالی یہ بھی خلیل الرحمٰن جمالی کے خلیفہ ہیں۔

(۳) حضرت سید خورشید علی شاہ جمالی۔

(۴) حضرت سید مبارک علی شاہ جمالی۔ یہ حضرات بھی حضرت خلیل الرحمٰن کے خلیفہ ہیں۔

حضرت میر شہباز علی شاہ صاحب کی پیدائش نارنول (ہریانہ) کی ہے۔ آپ کے والد بزرگوار اور اہل خاندان کے بارے میں ابھی تفصیل موصول نہیں ہوسکی ہے۔ ہوسکتا ہے اس سلسلے میں مجھے نارنول اور ہانسی جانا پڑے۔ انشاء اللہ وہاں مکمل معلومات ملنے کی امید ہے۔ اس کے

بعد انشاء اللہ میں لکھوں گا۔ یہ گمان کیا جاتا ہے کہ کم عمری میں ہی آپ کی ملاقات حضرت شیخ حبیب الرحمٰن شاہ جمالی سے ہوئی۔ اور انھوں نے ہی شہباز علی شاہ صاحب کی تمام مراتب طے کرائے۔ لیکن یہ صرف گمان ہے۔ آپ کے والد کی طرح آپ کے بچپن کا عرصہ بھی گمنامی میں ہے۔ لیکن بہرحال یہ طے ہے کہ حضرت حبیب الرحمٰن شاہ صاحب نے ہی آپ کو خلافت عطا کی اور اپنی صحبت میں ایک عرصہ رکھا۔

آپ نے غدر کا زمانہ دیکھا ہے۔ اور ملک میں پھیلی افراتفری کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ فرماتا ہے کہ ”اگر یہ بات نہ ہوتی کہ بعضوں کی بلا بعضوں کے سبب سے اللہ رفع کرتا ہے۔ تو زمین خراب ہوجاتی ہے۔“ اس کو امام ترمذی نے اس طرح روایت کیا ہے کہ اولیاء کرام اس امّت کی امان ہیں اگر یہ نہ ہوں تو زمین میں فساد ہوجائے۔ اس کو حضرت طبرانی سے اپنی کتاب ’اوسط‘ میں بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

یہ بات یہاں لکھنے کی ضرورت یوں محسوس ہوگی کہ انگریزوں نے وہابیوں کے ساتھ مل کر اسلامی تصوف اور بزرگانِ دین کو نشانہ بنایا۔ اور عام مسلمانوں کے عقیدے فسق کرنے کے لئے کمر باندھ لی، میر شہباز علی ایسے ہی دور میں موجود تھے۔ اور اللہ نے پورے ہندوستان میں ہر شہر میں ایسے اولیاء اللہ پیدا فرمائے جنھوں نے انگریزوں کی اس بدفعلی پر اپنے سینے ٹیک دیئے اور مسلمانوں کو بھٹکنے نہیں دیا۔ حالانکہ وہابیوں کے ٹھاٹ باٹ دیکھ کر ہندوستان

کے بھی کچھ ایمان فروش اور شکم پرور مولوی بھی ان کے ساتھ جا ملے تھے۔

بہر حال یہ ایک الگ موضوع ہے۔ہم میر شہباز شاہ صاحب کا ذکر کر رہے ہیں۔آپ کا وصال ۱۳۰۱ء میں مطابق ۱۸۷۸ء میں جے پور میں ہوا۔

آپ نے جے پور میں کتنا عرصہ گزارا یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔لیکن آپ حضرت ضیاء الدین شاہ صاحب اور امانی شاہ صاحب کے بعد ہی جے پور تشریف لائے۔ایک روایت کے مطابق آپ نے ناہر گڑھ قلعے کے نیچے قیام فرمایا۔ہمارے جے پور ریاست کی ابتدا سے ایک خوبی رہی ہے کہ جے پور کا ہر مہاراجہ بزرگان دین کے مراتب کو پہچاننے والا اور ان کی قدر کرنے والا ہوا ہے۔راجہ مان سنگھ سے لیکر موجودہ راجہ بھوانی سنگھ جی سبھی صوفیانہ طریقہ کو پسند کرتے تھے۔اور مسلمان درویشوں کی خدمت کرنا خود کی عزت سمجھا کرتے تھے۔

میر شہباز علی شاہ نے جے پور کے دو راجاؤں کا دور دیکھا ہے۔ایک تو راجہ مادھو سنگھ جن کے دور میں آپ یہاں تشریف لائے اور دوسرے راجہ رام سنگھ جی جن کا عین عالم شباب میں انتقال ہو گیا تھا۔

دوسرے صوفیاء کرام کی طرح آپ نے بھی ساری زندگی خلق خدا کی خدمت میں گزار دی۔بیشمار لوگ آپ کے پاس آتے اور خدا کے حکم سے شفایاب ہو کر جاتے۔جو شخص جو بھی جائز خواہش لیکر آپ کی خدمت میں آتا اپنی مراد پاتا۔

حضرت محمد علی شیر خاں صاحبؒ

آپ کا وطن ہریانہ میں مہیندر گڑھ ہے۔پیدائش سے لیکر ۲۰؍ سال آپ نے وہیں گزارے۔شروع سے ہی مزاج میں سنجیدگی اور بردباری تھی۔

۱۰؍سال کی عمر سے ہی آپ یاد اللہ میں لگے رہتے۔کھیل کود کی طرف آپ کو ذرّہ برابر دلچسپی نہ تھی۔یاد خدا میں لگے رہنے سے چہرے پر ایک قسم کا نور اور جلال ٹپکنے لگا تھا۔آپ کی ہیبت کی وجہ سے لوگوں کو آپ سے بات کرنے کی ہمت نہیں ہوا کرتی تھی۔آپ نے حضرت شیر محمد خاں صاحب سے خلافت حاصل کی۔وہ بھی ایک مکمل اور با کرامت ولی تھے۔

حضرت محمد علی شیر خاں کی خصوصیت تھی کہ آپ کے پاس طالب علموں کا مجمع لگا رہتا تھا۔علم ظاہری اور باطنی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔کبھی کسی طالب علم پر خاص نظر ڈال دیا کرتے تو کئی روز تک اُس کی حالت غیر رہتی۔بعض طلباء کو عقیدے کی درستی اور راستگی کے لئے جیتے جاگتے نبی کریم، صحابہ کرام اور اولیاء کرام کی شکل دکھا دیا کرتے تھے۔

آپ سے کرامات بہت منسوب ہیں۔اور کیوں نہ ہوں آپ ولی اللہ کامل تھے۔لیکن جیسا کہ میں اپنی پچھلی کتابوں میں بار بار لکھتا آیا ہوں

کہ ولی کی سب بڑی کرامت اتباعِ رسول وشریعت ہوا کرتی ہے۔ اس کا کوئی عمل شریعت سے باہر نہیں ہوتا۔

آپ کا وصال بروز جمعہ ۱۹۱۰ء میں ہوا۔ اور جے پور کے گھاٹ دروازے سے باہر قبرستان میں آپ کا مزار مبارک موجود ہے۔

اپنے مشائخ کی طرح آپ کبھی کسی امیر یا رئیس کے در پر نہیں گئے۔ اور نہ ہی کسی سے کوئی حاجت بیان کی۔ آپ کا سلسلہ نقشبندی مجددی ہے۔ جو کہ ۳۵ واسطوں سے حضرت ابو بکر صدیق ؓ سے جاملتا ہے۔

آپ کے مزار مبارک کی آج تک یہ خوبی ہے کہ کوئی شخص سچے دل سے اگر آپ کے مزار پر بیٹھ کر درود شریف پڑھے تو ضرور اسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار ہو جائیں گے۔

بی بی نوازن

یہ جے پور کے مہاراجہ سوائی رام سنگھ جی کے دور کی ولیہ ہیں۔ آپ کی زندگی کے اوائل دور کے حالات تو معلوم نہیں ہو سکے۔ لیکن جے پور کی عوام نے جب آپ کو پہچانا تو آپ ادھیڑ عمر کی ہو چکی تھیں۔ آپ پر ہر وقت ایک حال طاری رہتا تھا۔ اور کبھی کبھی مجذوبانہ انداز میں بولا کرتی تھیں۔ جن کے معنی اور مفہوم بہت مشکل ہی سے سمجھ میں آتے تھے۔

آپ کے لئے مشہور ہے کہ آپ کشف وکرامات میں ماہر تھیں۔

لوگ اکثر اُن سے اپنی قسمت کا حال پوچھتے تھے اگر حال کی کیفیت سے باہر نکلتی تو بتا دیا کرتی تھیں۔ ان کی کہی ہوئی پیشین گوئیاں حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوا کرتی تھیں۔

آپ زیادہ تر چار دروازے علاقے میں رہا کرتی تھیں۔ مہاراجہ جے پور سوائی رام سنگھ جی اُن سے ملنے کے متمنی رہا کرتے تھے۔ لیکن وہ ان سے نہیں ملتی تھیں۔ جب رام سنگھ جی مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو انھوں نے رسوخ دار لوگوں کو بی بی نوازن کے پاس بلانے کے لئے بھیجا۔ لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئیں۔ آخر مہاراجہ کا اُسی بیماری میں سن ۱۸۸۰ء میں انتقال ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد بی بی نوازن کا بھی وصال ہو گیا۔ اور انھیں بانس بدن پورے میں شاکر شاہ کے تکیہ میں دفنایا گیا۔ جہاں آج بھی لوگ اپنی اپنی منت ماننے کے لئے آتے ہیں۔

شیخ جمال الدین شاہ صاحب

آپ کی پیدائش اور بچپن کے بارے میں ابھی معلومات نہیں ہو سکی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کافی عرصہ دہلی میں قیام پزیر رہے۔ اور کلیم الدین چشتی سے فیض حاصل کیا۔ آخر کار شیخ کلیم الدین نے اپنی خلافت عطا کر دی۔ شروع سے ہی آپ خاموش طبیعت تھے۔ ذکر اللہ میں ہر وقت لگے رہتے۔ مرشد کی تلاش ہی انھیں شیخ کلیم الدین کے

زیر سایہ لے آئی کہ آپ سے کافی خرقِ عادت صادر ہوا کرتی تھیں۔لیکن وہ ذکر اللہ کے بعد جو وقت بچتا وہ خدمت خلق میں لگاتے۔اور مایوس سے مایوس شخص بھی آپ کے پاس سے خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا۔

یہ کہا جاتا ہے کہ جے پور کے مہاراجہ جب دہلی دربار سے ملنے دہلی گئے تو ان کی ملاقات شیخ جمال الدین سے ہوئی اور ان سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انھیں جے پور ساتھ چلنے کے لئے عرض کرنے لگے یہ لگ بھگ ۱۷۲۰ء کا زمانہ تھا۔اور مغل بادشاہ روشن اختر محمد شاہ کی حکومت کا دور تھا۔اسی کے دور میں حضرت امانی شاہ بھی جے پور تشریف لائے تھے۔

جب مہاراجہ جے پور (اس وقت آمیر) نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پیر و مرشد سے دریافت کر لیجئے۔

آخر مہاراجہ پیر و مرشد سے اجازت لینے میں کامیاب ہوئے۔

جے پور میں آکر انھوں نے وہی جگہ پسند کی جہاں آپ کا مزار ہے۔

کہا جاتا ہے کہ شیخ جمال الدین اپنے ساتھ حضور کے قدم مبارک کے نشان بھی ساتھ لائے تھے۔اسی لئے یہ جگہ درگاہ قدم رسول کے نام سے مشہور ہے۔یہ بھی مشہور ہے کہ ہندوستان میں ۳ جگہ قدم رسول بتایا جاتا ہے۔(۱) دہلی کی جامع مسجد وہاں قدم کے نشان کے علاوہ آپ کی نعلین بھی بتائی جاتی ہے۔(۲) رام پور میں حضرت بابا بغدادی کی درگاہ ۔(۳) جے پور میں قدم رسول کی درگاہ۔اس درگاہ کے خرچہ کے لئے جے پور مہاراجہ نے سرکاری خزانے سے ایک وظیفہ بھی مقرر کر دیا تھا۔

جے پور آنے کے بعد آپ کی شہرت اور زیادہ ہوگئی۔لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں آنے لگے۔کیا ہندو کیا مسلمان سب پر ہی شیخ جمال الدین کی نظر کرم ہوتی تھی۔آپ بلا تفریق مذہب سب کو اپنے فیض سے نوازتے۔

آخر جے پور آنے کے بعد ۳۱ سال بعد سن ۱۷۵۱ء میں آپ کا وصال ہو گیا۔اور ان کی وصیت کے مطابق آپ کو اسی درگاہ میں دفن کیا گیا۔

یعنی آج سے ۲۵۸ سال پہلے آپ نے وصال فرمایا یہ جے پور بسنے سے کچھ پہلے کی بات ہے۔

حضرت صادق علی شاہ صاحب

آپ کا اصلی نام محمد زماں تھا۔اور سلسلۂ نسب آپ کا حضرت عمر فاروق رض سے جا ملتا ہے۔کہتے ہیں جہاں گیر کے دور میں آپ کے بزرگ ہندوستان آکر بس گئے تھے۔مغل بادشاہ شاہ عالم کے دور حکومت میں آپ کی پیدائش ہوئی۔گھر میں ہی دینی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔اور بڑے ہوتے ہوتے آپ تنہا پسندی کی طرف مائل ہونے لگے۔کبھی جنگلوں میں نکل جاتے اور یاد اللہ میں مشغول ہو جاتے۔آخر اللہ نے ان کے دل میں ڈالا کہ کسی پیر و مرشد کی تلاش کرنی چاہیے۔

لہذا آپ سفر در سفر کرتے ہوئے دہلی تشریف لائے۔اور ان کی ملاقات شیخ غلام محمد مسکین سے ہوئی یہاں آکر اُن کو لگا کہ منزل مل گئی ہے۔

آپ نے لگ بھگ ۴۰ سال اپنے پیر و مرشد کے ساتھ گزارے۔ شیخ غلام محمد اگر سفر میں بھی جاتے تو آپ ساتھ ہوتے۔ آپ کے اسی والہانہ انداز کو دیکھ کر انھیں صادق علی کا لقب دیا۔ پیر کے حکم سے آپ جے پور تشریف لائے اور یہاں قیام پزیر ہو گئے۔ بہت جلد آپ کا شہرہ دور دور تک پہنچ گیا۔

عام لوگ تو تھے ہی بڑے بڑے سرکاری عہدیدار آپ کی خدمت میں آنے لگے۔ آپ کی شہرت لیاقت اور تقویٰ دیکھ کر اس زمانے کے جے پور کے راجا نے آپ کے لنگر اور دیگر اخراجات کے لیے سالانہ خرچ مقرر کر دیا۔

آپ کے زمانے میں ایک بار جے پور میں پلیگ پھیل گیا۔ لوگوں کی کثرت سے موت ہوئی۔ خود جے پور مہاراجہ نے آپ سے دعا کی درخواست کی۔ اللہ نے اپنے فضل سے بہت جلد پلیگ کو ختم کر دیا۔

۱۸۵۷ء میں آپ کا وصال ہو گیا۔ اور گھاٹ گیٹ کے باہر آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ جہاں آج آپ کا ایک شاندار مزار بنا ہوا ہے۔

آپ جیسے اولیاء اللہ کی ہی برکت تھی کہ ۱۸۵۷ء میں جب غدر پڑا تو پورا ہندوستان افراتفری کی حالت میں تھا۔ لیکن ریاست جے پور میں کبھی ظالمانہ واقعات اور قتل و غارت گری کے حادثات نہیں ہوئے۔ ریاست جے پور کے حکمرانوں نے اپنی ریاست کو اسی بلا سے دور رکھنے کی نہایت عمدہ کوشش کی اور کامیاب رہے۔ جب کہ پاس کی ریاست مثلاً بھرت پور اور الور وغیرہ میں کافی خونریزی اور مالی لوٹ پاٹ ہوئی۔

تعلیم الاولیاء

عزیزو! آنحضرت کی پیروی اور محبت وہ نعمت عظمیٰ اور دولت کبریا ہے کہ ہر قسم کے مقامات، کمالات اور درجات وغیرہ جو سالکوں کو حاصل ہوئے وہ سب اسی سبب سے حاصل ہوئے۔ اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو شخص ظاہر اور باطن میں اپنی ذات کو اخلاق محمدی سے آراستہ رکھے خود کو نبی کریم کی محبت میں سرشار رکھے وہ بہت جلد کاملہ صفتوں سے موصوف ہو جاتا ہے۔

آنخضرت کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق کی خلعت پہننے کے بعد اس شخص کو اللہ تعالیٰ نائب رسول بنا دیتا ہے۔ اُس کا نور سورج کے نور کی طرح ہوتا ہے۔ جو تمام جہاں کو اپنے فیض سے فیضیاب کرتا ہے۔

شریعت، طریقت اور حقیقت کے سب رتبوں کا جامع ہو جاتا ہے۔

جیسے حضرت بایزید بسطامیؒ۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے آسمان پر لے جایا گیا اور جنت دوزخ دکھائی گئی، میں پھر پرندہ ہو گیا۔ اور خوب اُڑتا پھرا، یہاں تک کے میں احدیت کے مقام پر ستارہ بن گیا۔ جب میں نے نگاہ کی تو وہ سب میں ہی میں تھا۔ میں نے عرض کیا اے باریٔ تعالیٰ جب تک مجھ میں میں ہے میں تجھے نہیں پا سکتا۔ مجھے کیا کرنا چاہیے۔

ارشاد ہوا۔ اے بایزید تیرے لیے صرف ایک ہی راستہ ہے،

میرے حبیب کی متابعت میں رہ، اس کے قدموں کی خاک کو آنکھوں کے لیے سرمہ بنا۔ اوراس کی پیروی اپنی ذات پر ہر وقت لازم کرلے تاکہ تجھے جس کی طلب ہے وہ تجھے دست یاب ہو۔

پس جس شخص کو خدا نے اپنے فضل سے کمال اور تکمیل کے مرتبہ پر فائز کردیا، اُس کی خود پرورش کرتا ہے، اور اپنی طرف کا راستہ دکھاتا ہے۔ خدا نے اپنے حبیب کی برکت سے ان کے دلوں کو اپنے نورِ معرفت سے روشن کردیا۔ مقام اعلیٰ علیین پر پہنچادیا۔

اے عزیز جب تک محبت مصطفیٰ غالب نہ ہوگی ہرگز آگے نہیں بڑھے گا۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا ہر عمل خدا کی بارگاہ میں مقبول ومحبوب ہے، سالک کو ان پر عمل کرنا واجب ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک شخص تھا جو بہت بدکار عالم اور پریشان روزگار تھا، اس نے اپنی عمر کے دوسو برس فسق و فجور میں گزاردیے اور طرح طرح کے ظلم وفساد خدا کے نیک بندوں پر کیے، اسی حال میں اس کو موت آگئی۔ اس کے مرنے پر لوگوں نے خوشیاں منائیں اور خدا کا شکرادا کیا اور اس کے پاؤں پکڑ کر گھسیٹ کر کوڑے کے ڈھیر پہ ڈال دیا۔

اللہ نے جبرئیل علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا، انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہمارے ایک دوست کی موت ہوگئی ہے اور اس کے دشمنوں نے اُسے کوڑے کے ڈھیر پر ڈال دیا ہے۔ تم جاؤ اُسے وہاں سے نکالو،

غسل دو اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کرواور اپنی قوم سے کہو کہ اگر اپنی بخشش چاہتے ہیں تو اس کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوں اور قبولیت کا درجہ پائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کے حکم سے وہاں گئے دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ تو وہی موذی شخص ہے، لیکن چونکہ وہ اللہ کے حکم پر مامور تھے اس لیے تمام کام حسب حکم ادا کیے، بعد فراغت باریٔ تعالیٰ سے عرض کی تو خدا نے ان کو وحی کی اے موسیٰ جو گناہ اور بے ادبیاں اس شخص نے کی ہیں حقیقت میں وہ اس سے سینکڑوں گنا بڑھ کر سزا کا حقدار تھا، لیکن ایک دن اس نے توریت کھولا اور محمد مصطفیٰ ﷺ جو آخرت کے سردار ہیں ان کا نام پڑھا، آنحضرت ﷺ کی محبت نے اُس کے دل میں جوش مارا یہاں تک کہ وہ ورق اس نے اپنے چہرے پر ملا اور ہونٹوں سے چوما، پس اُس پاک نام کی بزرگی اور برکت کے باعث اس کے دوسوسال کے گناہ ہم نے معاف کردیے اور اس کو اپنے مقبول بندوں میں لے لیا۔

عزیزو! غور کرو وہ شخص تو موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا، ہم تو آپ ؐ کے امتی ہیں، ان پر ہمارا حق زیادہ ہے یا نہیں، پس سمجھو کہ تمہاری نجات نبی کریم ﷺ کی پیروی اور محبت کی محتاج ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص ایک بار مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ: جب بندہ مومن آنحضرت پر درود پڑھتا ہے تو اللہ ایک فرشتہ کو مقرر فرماتا ہے کہ فوراً حضور کے روضہ اقدس پر حاضر ہوکر کہے کہ فلاں ابن فلاں نے آپ پر ایک بار درود بھیجا ہے

آنحضرت ﷺ کمال فرحت سے جواب دیتے ہیں کہ اے اللہ اگر اس نے ایک بار مجھ پر درود بھیجا ہے تو تو دس بار میری طرف سے اُس پر صلوٰۃ پڑھ۔

وہ کتنا خوش نصیب وقت ہے کہ تمہارا درود وسلام آنحضرت تک پہنچ جائے اور کتنا خوش نصیب ہے وہ بندہ جو ان کے جواب سے سرفراز ہو جائے۔

حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا نبی کریم نے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ مقرب میرے لیے وہ شخص ہوگا جو مجھ پر بہت دفعہ درود بھیجے خاص کر جمعہ کی رات اور جمعہ کے روز۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جس نے جمعہ کے دن مجھ پر اور میرے آل پر سو مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس کے سو سال کے گناہ معاف کرتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے جناب باریٔ تعالیٰ میں عرض کیا کہ میں تیرا سب سے مقرّب بندہ ہونا چاہتا ہوں، خدا نے فرمایا کہ موسیٰ حضرت محمدؐ پر کثرت سے درود بھیج تاکہ یہ دولت تجھے نصیب ہو اور بنی اسرائیل کو میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ جو شخص مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ محمدؐ کا منکر ہو اس پر شعلہ و دوزخ مقرر کر دوں گا اور اپنے دیدار سے اسے محروم رکھوں گا۔ کوئی فرشتہ اس پر رحم نہ کرے گا، کوئی پیغمبر اس کی شفاعت نہ کرے گا اور فرشتے اسے پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے خدا محمدؐ کون ہیں۔ فرمان ہوا کہ اے موسیٰ اگر محمد اور اس کی امت نہ ہوتی تو نہ میں بہشت پیدا کرتا اور نہ جہنم۔ نہ سورج کو ظاہر کرتا نہ چاند کو، نہ رسولوں کو بھیجتا نہ نبیوں کو اور نہ تجھ کو۔ اگر تو محمدؐ کی نبوت کا اقرار نہ کرے گا اور اس پر درود نہ بھیجے گا دوزخ میں

جلا دوں گا۔ موسیٰ نے عرض کیا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے نبی ہونے کی گواہی دیتا ہوں اور درود بھیجتا ہوں، لیکن یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تو مجھے زیادہ دوست رکھتا ہے یا محمدؐ کو۔ ارشاد ہوا! اے موسیٰ تو کلیم ہے اور وہ حبیب ہے اور میرے نزدیک حبیب کلیم سے بھی زیادہ پیارا ہے۔

اے عزیز تو اپنے ظاہر و باطن کو حضور کی جناب میں متوجہ کر اپنے دل میں ان کی محبت کو جگہ دے۔ ان کی پیروی کر تا کہ تیری دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں۔

شیخ علاء الدین حسن قادری چشتیؒ

آپ کا مزار مبارک جے پور کے سانگانیر قصبہ میں مروّجہ خاص و عام ہے، آپ اورنگ زیب عالم گیر کے دورِ حکومت میں ملتان سے ہجرت کر کے مع اہل خاندان ہندوستان آئے۔ آپ کو قادریہ اور چشتیہ دونوں سلسلوں میں بیعت کا شرف حاصل ہے۔ آپ نے اورنگ زیب کی حکومت کا پورا زمانہ دیکھا ہے اور اس کے دور حکومت میں ۱۱۱۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

آپ کے مشہور خلیفاؤں میں سب سے مشہور حضرت محمد درویش ہیں، جن کا مزار موتی ڈونگری روڈ جے پور پر واقع ہے۔ اور دو چار درویش ہر وقت ان کے مزار پر پڑے رہتے ہیں۔

آپ کی زندگی کے زیادہ حالات معلوم نہ ہو سکے۔ پھر بھی آپ کا

ایک ذریعہ معاش یہ تھا کہ لوہے کی بھٹّی میں لوہا تپا کر اوزار وغیرہ بنایا کرتے تھے جس سے آپ کی گزر بسر ہوا کرتی تھی۔

مگر یہ کام وہ تبھی کرتے تھے جب یاد اللہ اور مخلوق کی خدمت سے ان کو کچھ فرصت ملتی۔ آپ کے فیض کی شہرت بہت جلد دور دور تک پھیل گئی، یہ وہ زمانہ تھا جب جے پور شہر کا وجود بھی نہ تھا، سانگانیر جیسے بیابان علاقے میں آپ نے بود و باش اختیار کی اور آخر عمر تک وہیں رہے، کہتے ہیں ایک بار جب اورنگ زیب باغیوں کو دبانے احمد آباد جا رہا تھا تو ادھر سے گزرا تھا اور اس نے یہاں قیام بھی کیا تھا، آپ کی شہرت سن کر ملاقات کا متمنّی ہوا اور مل کر نہایت متاثر ہوا، اورنگ زیب خود بھی صوفی منش آدمی تھا، اور اولیاء کرام کی بڑی عزت کیا کرتا تھا، اس لیے اس نے آپ کی خانقاہ کے خرچ کے لیے سرکاری خزانے سے سالانہ روپیہ طے کرنے کا حکم دیا، آپ کی تاریخ وفات سے پتہ چلتا ہے کہ اب تک آپ کے 300 سے زائد عرس ہو چکے ہیں۔

ہڈّی شاہ بابا

آپ کا اصل نام سید حیدر علی ہے، عیدگاہ کے سامنے کھولے کے ہنومان جی مندر کے پاس آپ کا مزار واقع ہے۔

وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کا مزار کتنا پرانا ہے اور آپ کب اور کہاں سے تشریف لائے، آپ کے بارے میں ایک عجیب و غریب حکایت لوگوں میں مشہور ہے۔ میں من و عن آپ کے گوش گذار کرتا ہوں (واللہ اعلم)

روایت ہے کہ کچھ چرواہے ادھر سے جہاں آپ کا مزار ہے گزر رہے تھے کہ انہوں نے ایک انسانی ڈھانچہ عبادت کرنے کی شکل میں جھکا ہوا دیکھا، وہ لوگ جب قریب پہنچے تو ایک شخص نے اُس ڈھانچے کو ہاتھ لگانا چاہا، تبھی ایک آواز آئی خبردار! اس کو ہاتھ نہ لگانا، ہم خدا کی عبادت کر رہے ہیں، ان چرواہوں میں ایک سمجھدار شخص بھی تھا اس نے کہا کہ آپ کی باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مسلمان ہیں اور مسلمانوں کو مرنے کے بعد دفنا دیا جاتا ہے، ہم آپ کو بھی دفن کرنا چاہتے ہیں، کچھ اور غلط کرنا نہیں چاہتے۔

تب ڈھانچے سے آواز آئی کہ ٹھیک ہے جو جگہ میں بتاؤں وہاں مجھے دفن کر دو، میرا نام حیدر علی ہے اور میں یہاں برسوں سے اللہ کی عبادت کر رہا تھا۔

تب لوگوں نے آپ کے جسم کے ڈھانچہ کو کپڑے میں لپیٹ کر بتائی ہوئی جگہ دفن کر دیا۔

اسی لیے آپ ہڈّی شاہ بابا کہلاتے ہیں۔

لقمان حکیم سے لوگوں نے پوچھا۔ آپ تو ایک گڈریہ تھے، پھر اس مقام تک کس طرح پہنچے؟ فرمایا! سچ بولنے، چپ رہنے اور بری صحبت سے پرہیز کرنے کے واسطے سے۔

نقل ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن بندہ کو حاضر کیا جائے گا، اُس کے اعمال نامے سے کوئی نیکی برآمد نہ ہوگی۔

حکم ہوگا کہ اے بندے! تو نے ہم کو جو دل میں یاد کیا تھا وہ ایک خفیہ خزانہ تیرے قبضہ میں ہے، اے فرشتو! اس کو بہشت میں لے جاؤ۔

پوشیدہ ذکر اور قلبی یاد خدا کے خزانوں میں سے ایسا خزانہ ہے کہ جو شخص اسے دوسروں کی نگاہوں سے چھپا کر رکھتا ہے تو اللہ اُس کو اس فعل کی قدر کرتا ہے۔

نقل ہے کہ حضرت موسیٰ نے حضرت خضر سے پوچھا کہ خدا نے آپ کے کون سے عمل اور فعل کو اتنا پسند کیا کہ آپ کو علم غیب عطا کر دیا، حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے جو عمل کیا اس کے اجر کا طمع نہیں کیا۔ اس بے مثل عطا کنندہ نے اتنی نعمت مجھے عطا کی کہ گنتی میں نہیں آسکتی۔

نقل ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو ایک شخص کی روح قبض کرنے کا حکم ہوا۔ موصوف نے سارے عالم میں اُس کو تلاش کیا مگر کہیں نہ ملا، آخر حیران ہو کر بارگاہ ایزدی میں مناجات کی کہ خدایا جس شخص کی جان قبض کرنے کا تو نے حکم دیا ہے وہ مجھے تمام عالم دنیا میں دستیاب نہیں ہوا، کیا کروں؟

ارشاد ہوا کہ اے عزرائیل وہ شخص ہماری یاد میں مشغول ہے، جب تک وہ اس میں مشغول ہے تو اس کو نہیں پا سکتا۔ ہاں جب وہ ذکر سے غافل ہو جائے گا تیرے قبضے میں آ جائے گا۔

حدیث میں ہے کہ جو شخص علم کے بغیر فقیر ہے وہ پاگل ہوتا ہے یا کافر ہو کر مرتا ہے۔

یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ جتنے بھی اولیاء اللہ ہوئے ہیں انہوں نے پہلے علم حاصل کیا ہے، بعد میں فقیری کی ہے، کچھ لوگ جو اولیاء

کرام سے تعصب رکھتے ہیں اور بغض رکھتے ہیں وہ ہمیشہ ان کو جاہل کہتے آئے ہیں اور ان کی قدر و منزلت کو ایسے لوگوں نے کبھی نہیں پہچانا۔

خدا ایسے لوگوں سے اچھی طرح واقف ہے، آج بھی در پردہ ان ولیوں کے خلاف پروپگنڈے کیے جاتے ہیں اور بر بنائے تعصّب کچھ لوگ اپنے عظ میں اُن کا نام بھی لینا پسند نہیں کرتے، خدا ہی ایسے لوگوں کو سمجھے گا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے جبرئیل بارگاہ ایزدی میں آپ کا کیا حال ہے؟ کہا کہ جب سے ہم میں سے ابلیس کو نکال باہر کیا ہے کوئی فرشتہ اپنے گوشے میں امن سے نہیں رہا۔

حضرت مالک بن دینار نے فرمایا کہ اگر ہم سب مسجد میں بیٹھے ہوں اور کوئی شخص دروازے پر آ کر آواز دے کہ تم میں سے جو سب سے برا شخص ہے مسجد سے باہر نکل جائے تو خدا کی قسم میں فوراً باہر نکل جاؤں گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ اے کاش! میں ایک پیڑ کا پتہ ہوتا جسے بکری چر جاتی۔

خدا کی پناہ! آپ اندازہ کیجیے کہ ایسے ایسے عبادت گزار اور اللہ کے مقبول بندوں کا خوفِ خدا کیا کہہ رہا ہے۔ لہذا آج جو شخص دنیا کمانے کے لیے عبادت و ریاضت کا سہارا لے رہا ہے اور لوگوں پر اپنی عبادت گزاری کا رعب دکھا رہا ہے وہ کتنا بڑا ریاکار ہوگا، اُس کو اپنی عبادت کا منظر بظاہر خوش نظر آتا ہے لیکن درحقیقت وہ بہت ہی ہولناک ہے۔ ایسے شخص کو فوراً توبہ کرنی چاہیے اور سچے دل سے ابلیس کے حالات پر نگاہ ڈال کر عبرت پکڑنی چاہیے۔

یہ تمام اقتباسات مشہور کتاب ’’مقاصد السالکین‘‘ سے لیے گئے ہیں جس کے مصنف خواجہ ضیاء اللہ صاحب نقشبندی ہیں ، یہ کتاب 1324 ہجری میں لاہور سے شائع ہوئی تھی۔

تاریخ گواہ ہے کہ جہاں جہاں اولیاء اللہ ہوئے ہیں وہاں کی عوام جوق در جوق اُن کی خدمت میں حاضر ہوتی تھی، اور نہایت ادب و احترام اور خلوص سے ان کی باتیں سنی جاتی تھیں، آخر ایسا کیوں ہوتا تھا، اس کی وجہ کیا تھی ، شاید بہت کم لوگ اس پر غور کرتے ہوں گے کہ شہر میں موجود علماء ظاہری کے پاس نہ آکر اولیاء اللہ کے پاس عوام کیوں جاتی تھی۔ اس کی ایک موٹی وجہ یہ تھی کہ اولیاء کرام گناہ سے نفرت کرتے تھے، گنہ گار سے نہیں۔ ہر گنہ گار کو سینے سے لگاتے ، اس کو تسلی کا جام پلاتے اور اپنی پناہ میں اُس کو جگہ دیتے ، جس شخص کو دنیا میں کہیں جگہ نہ ملتی تھی وہ اولیاء کرام کی خدمت میں پہنچ جاتا تھا۔

گنہ گار شخص بھی اولیاء کی ٹھوکر سے گوہر بن جاتا تھا۔ اس کے برعکس علماء ظاہری گناہ سے نفرت کے ساتھ ساتھ گنہ گار سے بھی نفرت کرتے اور اس کو بہت حقیر جانتے تھے ، اور اُس کو بجائے راہِ نجات دکھانے کے اور زیادہ ڈرایا کرتے تھے، اس طرح کی بہت سی مثالیں تاریخ میں ملتی ہیں۔

آج کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایسے لوگ اب کہاں ہیں ہمیں تو دکھائی نہیں دیتے ، جو ملتے ہیں وہ سب نقلی ملتے ہیں۔ کسی حد تک یہ اعتراض درست ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ آج نقلی چیز کہاں نہیں ہے ، دوائیاں بھی نقلی ، کھانے پینے کی چیزیں بھی نقلی ، زیور بھی نقلی ، جب آپ

دیکھتے ہیں کہ ایک چیز بازار میں نقلی دستیاب ہے تو آپ اصلی کی تلاش میں لگ جاتے ہیں، اور آخر کار بڑی جستجو کے بعد آپ اصل چیز دریافت کر لیتے ہیں تو اسی طرح اگر کسی کو اصل صوفی کی تلاش ہے تو جستجو اور محنت کرنا ہوگی اور انشاء اللہ اصل صوفی تک پہنچنے میں کامیابی ملے گی یہ کام مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن ہرگز نہیں ہے۔ جسمانی بیماری کا علاج تو آپ کو ہر جگہ مل جائے گا لیکن روحانی بیماری کے علاج کے لیے تو صوفیی باصفا تک پہنچنا بے حد ضروری ہے کیوں کہ اس بیماری کا علاج صرف اسی کے پاس ہے۔

علمائے ظاہر کا کام طلباء کو مذہبی تعلیم دینا ہے اور شریعت کے مسائل بتانا ہے، لیکن وہ کسی کا باطن صاف نہیں کر سکتے ، یہ کام اللہ نے اولیاء اللہ کے سپرد کیا ہے وہ اپنے طریقہ پر باطن کو صاف کر دیتے ہیں۔

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ حضرت امام غزالیؒ، شیخ عبدالحق محدث، شاہ ولی اللہ، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ داتا گنج بخش وغیرہ کی لکھی ہوئی کتابیں بھی دنیا میں موجود ہیں، وہ کیوں نہیں پڑھائی جاتی ہیں۔ تو ناک بھوں چڑھا کر صاف الفاظ میں وہ جملہ بولتے ہیں کہ جو اُن کے دل کا آئینہ ہے، اور یہ جملہ میں جو لکھ رہا ہوں یہ اتہام نہیں ہے بلکہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھ سے یہ الفاظ ایک بار نہیں کئی بار ذمہ دار حضرات نے کہے ہیں، وہ جملہ آپ بھی سنئے کہ:

’’وہ لوگ عالم نہیں تھے، فقیر تھے۔ ہم بچوں کو عالموں کی کتابیں پڑھانا چاہتے ہیں‘‘

قارئین ملاحظہ فرمائیں، یہ جملہ ان حضرات کا باطن کھول رہا ہے۔ کہ یہ کیسے لوگ ہیں، دنیا جانتی ہے کہ تمام اولیاء کرام پہلے علم حاصل کر کے عالم بنتے

تھے پھر فقیری کرتے تھے۔ اور وہ ایک علم نہیں سیکڑوں علموں کا خزانہ ہوا کرتے تھے۔ اُن جیسے اللہ کے مقربین کے لیے یہ الفاظ باطن کی پلیدگی ظاہر کرتے ہیں۔

عالموں کی کتابوں کے نام پر صرف تین کتابیں نوجوانوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ ہم عید کی نماز پڑھنے گئے، نماز کے بعد خطیب صاحب نے خطبہ میں صحابہ کرام کا نام نامی نہیں لیا۔ اور خطبہ پڑھا دیا، مسئلہ کی رو سے خطبہ اور نماز تو ہو گئے، لیکن جو شخص جان بوجھ کر صحابہ کرام کا نام خطبہ میں نہ پڑھے، اُس کا باطن پلید ہے۔

جے پور کے چند ایسے اشخاص کو میں جانتا ہوں جنھوں نے مجھ سے یہ کہا کہ پہلے کے زمانہ میں عالم تھے کہاں؟ اللہ نے ہمیں آج عالم پیدا کیا ہے، پہلے جو لوگ عالم تھے بھی بہت ڈرپوک تھے، انہوں نے پوری باتیں عوام کو نہیں بتائیں۔ آج اللہ نے ہمیں عالم پیدا کیا ہے کہ ان کی غلطیاں سدھاریں۔ معاذ اللہ

قارئین کرام آپ یقین کیجئے اس میں ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں ہے، اگر جھوٹ ہو تو خدا میری پکڑ کرے۔ حیرت اور افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ جملہ کہنے والے نہ تو حافظ ہیں، نہ قاری ہیں نہ مفتی ہیں۔ بلکہ بالکل جاہل لوگ جنہیں نہ قرآن کا علم حاصل ہے اور نہ احادیث کا۔ صرف تھوڑا قرآن یاد ہے اور بار بار وعظ کرتے کرتے وہ اپنے آپ کو عالم کہنے لگ گئے۔ نہ وہ انسانی معاملات میں کھرے اُترتے ہیں، اور نہ ہی عذابِ دین کے قائل ہیں، خدا اُنہیں ہدایت دے۔

چاروں مذہب کے امام پختہ ایمان والے، اللہ سے ڈرنے والے، رسولِ کریم کی شریعت کی پیروی کرنے والے، ولی، عالم، محدث فقیہ تھے۔ اُن کے بارے میں ایسی بات کہنا نہایت ہی گھٹیا اور بے ہودہ بات ہے، اور ان کے جتنے بھی شاگرد آگے ہوئے جن کی تعداد ہزاروں میں ہے اور ہر ملک میں جا کر دین کے اجرا اور تبلیغ کا کام کیا وہ سب بھی پختہ ایمان والے اللہ سے ڈرنے والے متقی اور محدث ہوئے۔

آج ہمارے معاشرے میں وہابیت کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے، جو ہمارے عقائد کو خراب کرنے کا کام کر رہی ہے، اور اس وہابیت کو امریکا اور اسرائیل کی حمایت حاصل ہے۔

☆☆☆